

(گزشتہ حصے پیوستہ)

نوٹ:۔ پچھلی قسط نمبر شہد کے شمارے میں شائع ہوئی ہے

تذکرہ انبیاء علیہم السلام

از

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مغل

باب سوم — حضرت نوح علیہ السلام

فصل ۵

قوم نوح کا منکرانہ رویہ

حضرت نوح کے لیشر ہونے پر اعتراض

فَقَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّا نَبِيُّكُمْ كَقَوْمِ دَاوُدَ
وَقَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا آبَاؤُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ
يَتَوَسَّلُونَ بَيْنَكُمْ عَلَيْكُمْ دَلِيلُكُمْ
مَنْ أَتِلَا لَكُمْ تِلْكَ تِلْكَ تِلْكَ
مَا سَمِعْنَا بِهَذَا إِبْرَاهِيمَ
الْكَافِرِينَ مَا هَذَا قَوْمٌ جَلِيلٌ
جِنَّةٌ فَلَا تَقْصُوا بِهِ حَتَّى
جَنِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ آيَاتُ ۲۳ تا ۲۷

اس کی قوم کے جن سرور اودن نے ماننے سے انکار کیا
وہ کہنے لگے کہ یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک لیشر ہی
جیسا۔ اس کی غرض یہ ہے کہ تم پر پوری حاصل کرے
اللہ کو اگر جینا ہوتا تو فرشتے جیسا۔ یہ بات تو
کہیں سمجھنے والے آپ دانا سے سنی ہی نہیں ہو کہ
لیشر رسول بن کر آئے (کچھ نہیں ہیں اس آدمی کو خدا
جزوں لاسحق ہو گیا ہے۔ کچھ مدت اور دیکھ لو شاید
خاتمہ ہو جائے)

یہ خیال تمام گمراہ لوگوں کی شرک گمراہیوں میں سے ایک ہے کہ لیشر نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے قرآن نے
بار بار اس جاہلانہ تصور کا ذکر کر کے اس کی تردید کی ہے اور اس بات کو پورے زور کے ساتھ بیان کیا ہے
کہ تمام انبیاء انسان تھے اور انسانوں کے لیے انسان ہی بنی ہونا چاہیے۔

حضرت نوح پر اعتراض کیا گیا کہ:

فَقَالَ الْمَلَأَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَمِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا آبَاؤُكُمْ
يَتَوَسَّلُونَ بَيْنَكُمْ عَلَيْكُمْ دَلِيلُكُمْ
مَنْ أَتِلَا لَكُمْ تِلْكَ تِلْكَ تِلْكَ
مَا سَمِعْنَا بِهَذَا إِبْرَاهِيمَ
الْكَافِرِينَ مَا هَذَا قَوْمٌ جَلِيلٌ
جِنَّةٌ فَلَا تَقْصُوا بِهِ حَتَّى
جَنِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ آيَاتُ ۲۳ تا ۲۷

اس کی قوم کے سرور اودن نے کہا۔ ہمیں تو تم
اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتے کہ میں ایک انسان
ہوں جیسے۔

اس پر حضرت نوح فرماتے ہیں کہ واقعی میں ایک انسان ہی ہوں۔ میں نے انسان کے سوا کچھ اور ہونے

کا دعویٰ کب کیا تھا؟ کہ تم مجھ پر اعتراض کرتے ہو۔ میرا دعویٰ جو کچھ ہے وہ تو صرف یہ ہے کہ خدا نے مجھے علم عمل کا سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ اس کی آزمائش جس طرح چاہو کرو۔ مگر اس دعویٰ کی آزمائش کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ کبھی تم مجھ سے غیب کی خبریں پوچھتے ہو اور کبھی ایسے ایسے عجیب مطالبے کرتے ہو کہ گویا خدا کے خزانوں کی ساری کنجیاں میرے پاس ہیں اور کبھی اس بات پر اعتراض کرتے ہو کہ میں انسانوں کی طرح کھاتا پیتا، اور چلتا پھرتا ہوں، گویا میں نے فرشتہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ جس آدمی نے عقائد، اخلاق اور تمدن میں صحیح رہبری کا دعویٰ کیا ہے اس سے ان چیزوں کے متعلق جو چاہو پوچھو، مگر تم عجیب لوگ ہو جو اس سے پوچھتے ہو کہ فلاں شخص کی بھینس کٹڑا جسے گی یا؟ گویا انسانی زندگی کے لیے صحیح اصول اخلاق و تمدن بتانے کا کوئی تعلق بھینس کے حمل سے بھی ہے

غیبوں کے قبول حق پر اعتراض

وَمَا نَسُوكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا
الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا بُيُوتًا
الْمُتَّاعِ وَمَا نَسُوكَ
عَلَيْنَا مِنْ فَنَاءٍ (ہود۔ آیت ۲۰)

اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ان لوگوں
نے بے سمجھے ہو مجھے اختیار کی ہے جو ہمارے ہاں کے
اراذل ہیں اور ہم کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتے جس
میں تم لوگ ہم سے بڑھے ہوئے ہو۔

حضرت نوح پر ایمان لانے والے زیادہ تر غریب لوگ، چھوٹے چھوٹے پیشہ ور لوگ، یا ایسے نوجوان تھے جن کی قوم میں کوئی حیثیت نہ تھی۔ رہے اونچے طبقہ کے با اثر اور خوشحال لوگ، تو وہ ان کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ اور وہی اپنی قوم کے عوام کو طرح طرح کے فریب دے دے کر اپنے پیچھے لگائے رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں جو دلائل وہ حضرت نوح کے خلاف پیش کرتے تھے، ان میں سے ایک استدلال یہ بھی تھا کہ اگر نوح کی دعوت میں کوئی وزن ہوتا۔ تو قوم کے امراء، علماء، مذہبی پیشوا، معززین اور سمجھدار لوگ اسے قبول کرتے۔ لیکن ان میں سے تو کوئی بھی اس شخص پر ایمان نہیں لایا ہے۔ اس کے پیچھے لگے ہیں، ادنیٰ طبقوں کے چند نادان لوگ جو کوئی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ اب کیا ہم جیسے بلند پایہ لوگ ان بے شعور اور کمین لوگوں کے زمرے میں شامل ہو جائیں؟

اعتراض کی بنیاد اس مفروضے پر تھی کہ جو لوگ غریب، محنت پیشہ اور ادنیٰ درجہ کی خدمات انجام دینے والے ہیں یا معاشرے کے پست طبقات سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں کوئی ذہنی صلاحیت نہیں ہوتی اور وہ علم و عقل

اور سمجھ بوجھ سے عاری ہوتے ہیں، اس لیے نہ ان کا ایمان کسی فکر و بصیرت پر مبنی، نہ ان کا اعتقاد لائق اعتبار اور نہ ان کے اعمال کا کوئی وزن۔

حضرت نوحؑ کا جواب

حضرت نوحؑ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میرے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ جو شخص میرے پاس آکر ایمان لاتا ہے اور ایک عقیدہ قبول کر کے اس کے مطابق عمل کرنے لگتا ہے، اس کے اس فعل کی تر میں کیا محرکات کام کر رہے ہیں اور وہ کتنی کچھ قدر قیمت رکھتے ہیں۔ ان چیزوں کا دیکھنا اور ان کا حساب لگانا تو خدا کا کام ہے میرا اور تمہارا کام نہیں ہے۔

ان کی قدر و قیمت جو کچھ بھی ہے وہ ان کے رب کو معلوم ہے اور اسی کے حضور جا کر دو لکے گی اگر یہ قیمتی جو اہر ہیں تو میرے اور تمہارے پھینک دینے سے پتھر نہ ہو جائیں گے اور اگر یہ قیمتی پتھر ہیں تو ان کے مالک کو اختیار ہے کہ انہیں جہاں چاہے پھینکے۔

دوسری جگہ اس اعتراض کا ذکر یوں کیا گیا ہے :-

ثَلَاوَاتُ مِثْلِكَ دَاثِبَعَكَ
الْأَذْكَوْنَ وَالشَّعَاءُ - آیت (۱۱۰)

انہوں نے جواب دیا۔ کیا ہم تجھے مان لیں، حالانکہ تیری پیروی ذلیل ترین لوگوں نے اختیار کی ہے؟

یہ ان کے اعتراض کا دوسرا جواب ہے۔ ان کے اعتراض میں یہ بات بھی مضمر تھی کہ ایمان لانے والوں کا جو گردہ حضرت نوحؑ کے گرد جمع ہو رہا ہے یہ چونکہ ہمارے معاشرے کے ادنیٰ طبقات پر مشتمل ہے اس لیے اونچے طبقوں میں سے کوئی شخص اس زمرے میں شامل ہونا گوارا نہیں کر سکتا۔ دوسرے الفاظ میں وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے نوحؑ کیا تم پر ایمان لا کر ہم اپنے آپ کو اراذل اور سفہاء میں شمار کرائیں؟ کیا ہم غلاموں، نوکرانوں اور کام پیشہ لوگوں کی صف میں آ بیٹھیں؟

حضرت نوحؑ اس کا جواب یہ دیتے ہیں وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُتَعِزِّينَ وَالشَّعَاءُ آیت (۱۱۱) میں آخر یہ غیر معقول طرز عمل کیسے اختیار کر سکتا ہوں کہ جو لوگ میری بات نہیں مانتے ان کے تو پیچھے پھرتا رہوں، اور جو میری بات مانتے ہیں انہیں دھکے دے کر نکال دوں۔ میری حیثیت تو ایک ایسے بے لاگ آدمی کی ہے جس نے علی الاعلان کھڑے ہو کر پکار دیا ہے کہ جس طریقے پر تم لوگ چل رہے ہو یہ باطل ہے اور اس پر چلنے کا انجام تباہی ہے اور جس طریقے کی طرف تم رہنمائی کر رہا ہوں اسی میں تم سب کی نجات ہے۔ اب جس کا جی چاہے میری اس تنبیہ کو

قبول کر کے سیدھے راستے پر آئے۔ اور جس کا جی چاہے۔ آنکھیں بند کر کے تباہی کے رستے پر چلتا رہے۔ میں یہ نہیں کر سکتا کہ جو اللہ کے بندے میری اس تنبیہ کو سن کر سیدھا راستہ اختیار کرنے کے لیے میرے پاس آئیں۔ ان کی ذات برادری، نسب اور پیشہ پوچھوں اور اگر وہ آپ لوگوں کی نگاہوں میں مکین ہوں۔ تو ان کو واپس کر کے اس اتھار میں بیٹھا رہوں کہ ”شریف“ حضرات کب تباہی کا راستہ چھوڑ کر نجات کی راہ پر قدم رنجہ فرماتے ہیں۔

اقتدار طلبی کا الزام

فَقَالَ الْمَلِكُ الْكَذِبُ كَفَرُوا
مَنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا لِبَشَرٍ
مِثْلُكُمْ لَا يُؤْمِنُ أَنَّ يَنْفَعَهُ
عَلَيْكُمْ رَايَ الْمُؤْمِنُونَ - آیت ۲۴

اس کی قوم کے جن سرداراں نے ماننے سے انکار کیا تھا وہ کہنے لگے کہ یہ شخص نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔ اس کی طرف یہ ہے کہ تم پر بتوں کا حاصل کرے۔

یہ بھی مخالفین حق کا قدیم ترین حربہ ہے کہ جو شخص بھی اصلاح کے لیے اٹھے۔ اس پر فوراً یہ الزام چسپاں کر دیتے ہیں کہ کچھ نہیں بس اقتدار کا بھوکا ہے۔ یہی الزام فرعون نے حضرت موسیٰ و ہارونؑ پر لگا یا تھا کہ تم اس لیے اٹھے ہو کہ تمہیں ملک میں بڑائی حاصل ہو جائے۔ تَكُونُ لَكُمْ اٰلِهٰتٌ يَّعْبُدُونَ (۱۰۰) یہی حضرت عیسیٰؑ پر لگایا گیا کہ یہ شخص یہودیوں کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ اور اسی کا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سرداران قریش کو تھا، چنانچہ کئی مرتبہ انھوں نے آپ سے یہ سودا کر کے

لے ٹھیک یہی معاملہ ان آیات کے نزول کے زمانے میں نبی اور کفار مکہ کے درمیان چل رہا تھا اور اسی کو لگاہ میں رکھنے سے یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ حضرت نوح اور ان کی قوم کے سرداروں کی یہ گفتگو یہاں کیوں سنائی جا رہی ہے۔ کفار مکہ کے بڑے بڑے سردار نبی سے کہتے تھے کہ آخر بلائی اور عمار اور مہیش جیسے غلاموں اور کام پیشہ لوگوں کے ساتھ کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ گویا ان کا مطلب یہ تھا کہ ایمان لانے والوں کی صف سے یہ غریب لوگ نکالے جائیں۔ تب کوئی امکان اس کا نکل سکتا ہے کہ انشرف ادھر کا رخ کریں۔ ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ محمود یا زبیر ایک صف میں کھڑے ہو جائیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالکل صاف اور دو ٹوک الفاظ میں یہ ہدایت دی گئی۔ کہ حق سے منہ موڑنے والے حکمرانوں کی خاطر ایمان قبول کرنے والے غریبوں کو دھکے نہیں دیے جاسکتے۔

کوشش کی کہ اگر اقتدار کے طالب ہو تو اپوزیشن "چھوڑ کر حزب اقتدار" میں شامل ہو جائے تمہیں ہم بادشاہ بنائے لیتے ہیں۔

دنیا پرستوں کی ذہنیت

اصل بات یہ ہے کہ بزرگ ساری عمر دنیا اور اس کے مادی فائدوں اور اس کی شان و شوکت ہی کے لیے اپنی جان کھاتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے یہ تصور کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی انسان نیک نیتی اور بے غرضی کے ساتھ فلاح انسانیت کی خاطر بھی اپنی جان کھپا سکتا ہے۔ وہ خود کو اپنا اثر و اقتدار جمانے کے لیے دغریب نعرے اور اصلاح کے جھوٹے دعوے شب و روز استعمال کرتے رہتے ہیں اس لیے یہ مکاری و فریب کاری ان کی نگاہ میں بالکل ایک فطری چیز ہوتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اصلاح کا نام مکر و فریب کے سوا کسی صداقت اور خلوص کے ساتھ کبھی لیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ نام جو بھی لیتا ہے ضرور وہ ان کا اپنا ہم جلس ہی ہوگا۔ اور عطف یہ ہے کہ مصلحین کے خلاف اقتدار کی بھوک کا یہ الزام ہمیشہ برسر اقتدار لوگ اور ان کے خوشامدی حاشیہ نشین ہی استعمال کرتے رہے ہیں۔ گویا خود انہیں اور ان کے آقا یا ان نامدار کو جو اقتدار حاصل ہے وہ تو ان کا پیدا نشی حق ہے۔ اس کے حاصل کرنے اور اس پر قابض رہنے میں وہ کسی الزام کے مستحق نہیں ہیں و البتہ نہایت قابل ملامت ہے وہ جس کے لیے یہ "غدا" پیدا نشی حق نہ تھی اور اب یہ لوگ اس کے اندر اس چیز کی بھوک محسوس کر رہے ہیں۔ اسی جگہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جو شخص بھی رائج نظام زندگی کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے اٹھے گا۔ اور اس کے مقابلے میں اصلاحی نظریہ و نظام پیش کرے گا۔ اس کے لیے ہر حال یہ بات ناگزیر ہوگی کہ اصلاح کی راہ میں جو طاقتیں بھی سید راہ ہوں انہیں ہٹانے کی کوشش کرے اور ان طاقتوں کو برسر اقتدار لائے جو اصلاحی نظریہ و نظام کو عملاً نافذ کر سکیں۔ نیز ایسے شخص کی دعوت جب بھی کامیاب ہوگی۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ لوگوں کا مقتدا و پیشوا بن جائے گا اور نئے نظام میں اقتدار کی باگیں یا تو اس کے اپنے ہی ہاتھوں میں ہوں گی یا اس کے حامیوں اور پیروؤں کے ہاتھ ان پر قابض ہوں گے۔ آخر انبیاء و مصلحین عالم میں سے کون ہے جس کی کوششوں کا مقصد اپنی دعوت کو عملاً نافذ کرنا نہ تھا اور کون ہے جس کی دعوت کی کامیابی نے فی الواقع اس کو پیشوا نہیں بنادیا، پھر کیا یہ امر واقعی کسی پر یہ الزام چپا کر دینے کے لیے کافی ہے کہ وہ دراصل اقتدار کا بھوکا تھا اور اس کی اصل غرض وہی پیشوائی تھی جو اس نے حاصل کر لی؟

ظاہر ہے کہ بدنیت دشمنانِ حق کے سوا اس سوال کا جواب کوئی بھی اثبات میں نہ دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقتدار کے بجائے خود مطلوب ہونے اور کسی مقصدِ خیر کے لیے مطلوب ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اتنا ہی بڑا فرق، جتنا ڈاکو کے خنجر اور ڈاکٹر کے نشتر میں ہے۔ اگر کوئی شخص اس بنا پر ڈاکو اور ڈاکٹر کو ایک کر دے کہ دونوں بالارادہ جہم چیرتے ہیں اور نتیجہ میں مال دونوں کے ہاتھوں میں آتا ہے تو یہ صرف اس کے اپنے ہی دماغ کا یاد دل کا قصور ہے۔ ورنہ دونوں کی نیت، دونوں کے طریق کار اور دونوں کے مجموعی کردار میں اتنا بڑا فرق ہوتا ہے کہ کوئی صاحبِ عقل آدمی ڈاکو کو ڈاکو اور ڈاکٹر کو ڈاکٹر سمجھنے میں غلطی نہیں کر سکتا۔

سرداروں کی طرف سے عوام کو بہکانے کی مہم

ان لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلا رکھا ہے۔

وَعَمَّوْا مَكْرًا كَبَارًا (رہوم - آیت ۲۲)

مکر سے مراد ان سرداروں اور پیشواؤں کے وہ فریب ہیں جن سے وہ اپنی قوم کے عوام کو حضرت نوح کی تعلیمات کے خلاف بہکانے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ نوح تمہیں جیسا ایک آدمی ہے، کیسے مان لیا جائے کہ اس پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے (الاعراف ۶۳ - ہود ۲۷)۔ نوح کی پیروی تو ہمارے اراذل نے بے سوچے سمجھے قبول کر لی ہے، اگر اس کی بات میں کوئی وزن ہوتا تو قوم کے اکابر اس پر ایمان لاتے (ہود ۲۷)۔ خدا کو اگر بھیجنا ہوتا تو کوئی فرشتہ بھیجتا (المومنون - ۲۱) مگر یہ شخص خدا کا بھیجا ہوا ہوتا تو اس کے پاس خزانے ہوتے، اس کو علمِ غیب حاصل ہوتا اور یہ فرشتوں کی طرح تمام انسانی حاجات سے بے نیاز ہوتا (ہود - ۳۱)۔ نوح اور اس کے پیروں میں آخر کونسی کرامت نظر آتی ہے جس کی بنا پر ان کی فضیلت مان لی جائے (ہود - ۲۷)۔ یہ شخص دراصل اپنی سرداری جمانا چاہتا ہے (المومنون - ۲۲) اس شخص پر کسی جن کا سایہ ہے جس نے اسے دیوانہ بنا دیا ہے (المومنون - ۲۵)۔

سردارانِ قوم کی دھمکی

اے نوح اگر تو باز نہ آیا تو پھٹکارے ہوئے

قَالُوا لَنُؤْتِيَنَّكَ نَارًا مِّنْ تَحْتِكَ يَنُودُوكَ كَنُودٍ

لوگوں میں شامل ہو کر رہے گا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (الشعرا - آیت ۱۱۵)

اصل الفاظ ہیں: كُنْتُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم کو جہم کیا جائے گا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ دوسرا یہ کہ تم پر ہر طرف سے گالیوں کی بوچھاڑ کی جائے گی، جہاں جاؤ دھتکائے اور پھٹکائے جاؤ گے۔ عربی محاورے کے لحاظ سے یہ دونوں معنی لیے جاسکتے ہیں۔

ان کو نوح کا قصہ سناؤ، اُس وقت جب اُس نے
اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے بھادریں قوم! اگر میرا
تمھارے درمیان رہنا اور اللہ کی آیات مٹا کر تمھیں
غفلت سے بیدار کرنا تمھارے لیے ناقابلِ برداشت ہو
گیا ہے تو میرا بھروسہ اللہ پر ہے، تم اپنے ٹھہرائے ہوئے
شرکیوں کو ساتھ لے کر ایک تنفقہ فیصلہ کر لو۔ اور جو
منصوبہ تمھارے پیشِ نظر ہو اس کو خوب سوچ سمجھ
لو، تاکہ اس کا کوئی پہلو تمھاری نگاہ سے پوشیدہ نہ
رہے، پھر میرے خلاف اس کو عمل میں لے آؤ اور
مجھے ہرگز مہلت نہ دو، تم نے میری نصیحت سے منہ
موڑا (تو میرا کیا نقصان کیا) میں تم سے کسی اجر کا
طلبگار نہ تھا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھے
حکم دیا گیا ہے کہ (خواہ کوئی مانے نہ مانے) میں خود
مسلم بن کر رہوں۔

وَأَشَدُّ عَلَيْهِمْ نِجَانُوحٍ
إِذْ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَقُومُونَ
إِنْ كَانَ كَبُورُ عَلَيكُمْ
مَقَامِي وَتَذَكِيرِي بِآيَاتِ
اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ
فَأَجْبِعُوا أَمْسِكُوا
شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ
أَمْرُكُمْ عَلَيكُمْ غَمَةً ثُمَّ
اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ
فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا
سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ وَأَنْ
أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَأَمِرْتُ
أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
(یونس - آیات ۷۱ - ۷۲)

خواہشِ عذاب

آخر کار ان لوگوں نے کہا: اے نوح! تم نے
ہم سے جھگڑا کیا اور بہت بکریاں اب تو بس
وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھکی دیتے ہو،
اگر سچے ہو۔

قَالُوا يٰنُوحُ قَدْ جَدَدْنَا
فَاكْثُرْتَ جِدَالَنَا فَاتَّخِذْ مَا
تَعِدُ نَارًا إِنَّ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ
(رہود - آیت ۳۲)

اضافی نوٹ از مرتبین :-

جدال یا جھگڑے مراد حضرت نوح کی طرف سے قوم کے گمراہانہ رویے پر وہ بحثیں اور گفتگوئیں ہیں جو
ہر داعیِ اصلاح کو کرنی پڑتی ہیں اور جو ہمیشہ اصلاح ناپذیر لوگوں کو ناگوار گزارتی ہیں جب کبھی کسی معاشرے
میں کوئی شخص بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کے لیے اٹھتا ہے تو اس کی دعوت ہر طرف ایک ذہنی

مذہب پیدا کر دیتی ہے۔ لوگوں کی مجالس میں دن رات گفتگو نہیں ہونے لگتی ہیں اور آراء میں ایک تصادم نہ ہوتا ہو جاتا ہے۔ پہلے رہے کے امتیاز کے بغیر زندگی گزارنے والے لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم امن چین سے تھے کہ خواہ مخواہ کا ایک جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ اسی احساس سے قوم نوح کے سرداروں نے حضرت نوح پر اعتراض کیا کہ تم نے ہمارے ساتھ ایک بٹھا بجھی اور ایک جھگڑا شروع کر کے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ اب تم وہ عذاب ہی لے آؤ جس کا ہمیں ڈر ادا دیتے ہو تاکہ کسی طرح یہ قضیہ ختم ہو۔

عذاب الہی کا اس بے خوفی سے مطالبہ کرنا درحقیقت یہ معنی رکھتا ہے کہ مطالبہ کرنے والوں کو سرے سے اس بات کا یقین ہی نہیں کہ عذاب آسکتا ہے، ورنہ وہ حضرت نوح کی دعوت کے سامنے تسلیم خرم کھڑے۔ عذاب جن قوموں پر بھی آیا ہے انھوں نے خود عذاب کو دعوت دی ہے۔ یہی حضرت نوح کی قوم نے بھی کیا۔ قوم نوح نے پہلے اعتراضات اٹھائے، پھر دھکی دی، پھر عذاب کی خواہش کی۔ نتیجہ یہ کہ عذاب آگے رہا۔

پتہ لکھیں

ایک رفیق نے مہاجرین فنڈ کے لیے مبلغ اسی ۸۰۰ روپے ایڈیٹر قرآن القرآن کی معرفت بھجوائے ہیں۔ کوپن پر انہوں نے پتہ نہیں لکھا۔ اب براہ کرم وہ پتہ سے مطلع کریں، تاکہ رسید بھجوائی جاسکے۔

(الراشد)